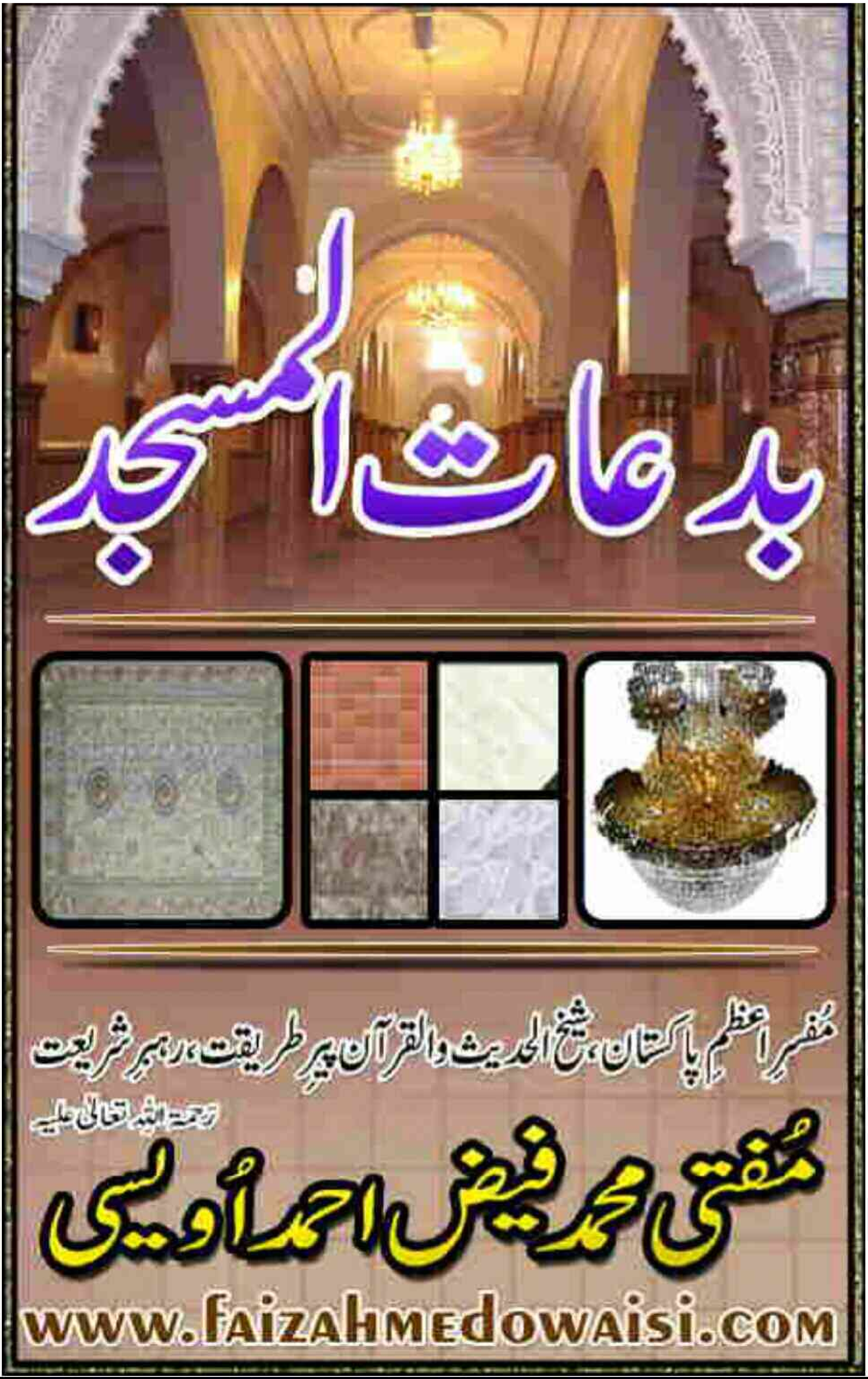

بدعات المسجد
مفسرِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مفتی محمد فیض احمد اویسی
www.faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﷺ

بدعات المسجد

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، مُفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی مِنْ لا نَبِیُّ بَعْدُہٗ

امابعد! دیوبندی وہابی اوران کے ہمنوا فرقے تا حال بدعت کی صحیح تعریف نہیں کر سکے کبھی کہتے ہیں کہ بدعت وہ ہے جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی یا نہیں فرمائی کبھی کہتے ہیں کہ بدعت وہ ہے جوخلفاءراشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی یا فرمائی کبھی کہتے ہیں کہ جوکام خیرالقرون میں نہ ہوا ہووہ بدعت ہے یوں کبھی کچھ اورکبھی کچھ کہتے ہیں ۔اس کی تفصیل مولانا عبدالسمیع رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب انوار ساطعہ میں ہے۔فقیر آنے والے اوراق میں تفصیل عرض کرے گا کہ تا حال مخالفین اپنے جملہ امور میں ہزاروں بدعات کے مرتکب ہورہے ہیں تب بھی موحد ہیں اورہم جوکام سنّت کے مطابق عمل کریں تو بدعتی۔۔۔!اسے کہتے ہیں حرام خوری اورسَر زوری۔فقیر یہاں صرف مسجد شریف کے بارے میں چند معروضات عرض کرتا ہے کہ زمانہ اقدس حضورسرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مساجد میں اتنی بدعات ایجاد ہوئی ہیں کہ جن کا شمار ہی کوئی نہیں۔لیکن ان بدعات کی شمار سے پہلے اس مسجد نبوی کا نقشہ سامنے رکھئے جوحضورسرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں تھا۔پھرآج کے دور میں مسجد نبوی شریف کے علاوہ جملہ ممالک اسلامیہ کی مساجد ذہن میں لاکر جواب دیجئے کہ مساجد کی ان بدعات سے جناب بدعتی ہیں یا موحد۔؟یا سب کچھ ہیں۔۔۔؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمُدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّہِ الْکَرِیْم

امابعد! وہابی دیوبندی اوران کے تمام ہمنواؤں سے گزارش امور یا صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت کریں یا تسلیم کریں ہر بدعت بُری نہیں ہوتی بلکہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہیں۔

بدعات المسجد کی اجمالی فہرست

(۱)مسجد شریف کی دیواریں پکی اورچھت مضبوط اور پختہ بنانا۔

(۲)مسجد کی محراب بہیئت کذائیہ یعنی یہی محراب جو ہر مسجد میں آج کل تیار کی جاتی ہے۔

(۳)مسجد کے مینار،یہ دورِبنواُمیہ سے شروع ہوئے آج ملک فہد نے چودہ میناروں والی مسجد نبوی تیار کروائی ہے۔

(۴)مسجد کے ابواب کی کثرت جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں دوتین دروازے تھے اب ملک فہد نے صدر دروازوں کے

علاوہ مسجد کے درجنوں ابواب بنوائے ہیں۔ یونہی مسجد حرام کا حال ہے۔

(۵) مسجد کے اِردگرد دیواریں کھینچنا۔

(۶) مسجد میں پکا فرش بلکہ اُس سے بھی آگے بڑھ کر چپس لگانا۔ یونہی مسجدوں کی دیوراوں پر ماربل وغیرہ لگانا۔

(۷) مسجدوں کو رنگین بنانا۔

(۸) محرابوں کو عروس (کنوار) کی طرح سنگانا۔

(۹) مسجد کی فرش وفروش سے آگے بڑھ کر صفیں بلکہ قیمتی قالینیں وغیرہ بچھانا۔

اس کے علاوہ بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن کے لئے دفاتر بھی ناکافی۔ ہاں کچھ باتیں آنے والی تفصیل میں بھی آجائیں گی۔ اب مختصر تفصیل ملاحظہ ہو:۔

مسجد کی صفائی: مسجد کو جھاڑ دینا اور صاف ستھرا رکھنا بھی ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہشت کی حورعین حق مہر مسجد کے جھاڑ دینے اور اسے صاف ستھرا رکھنے میں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ برتنوں اور گھر کے صحن کی صفائی سے تونگری حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: جب عام گھر کی صفائی تونگری کا موجب ہے، اللہ تعالیٰ کے گھر کی صفائی تو بطریق اولیٰ تونگری کا موجب ہونا چاہیے۔

فائدہ: حدیث شریف میں لفظ فنا واقع ہوا ہے۔ صحن الدار ستھرا رکھنا بھی ضروری ہے۔

مسئلہ: مساجد کو فرش وغیرہ سے آراستہ رکھنا چاہیے۔

فائدہ: مساجد میں سب سے پہلے چٹایاں وغیرہ بچھانے کا عمل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جاری فرمایا اور ان کے زمانہ سے پہلے مسجدوں میں کنکریوں پر نماز ادا کی جاتی تھی۔

اعجوبہ زمانہ: ایک روز حضور سرورِ عالم ﷺ مسجد شریف میں تشریف لائے تو مسجد شریف میں بارش کی وجہ سے کیچڑ تھی ایک صحابی کو دیکھا کہ وہ کنکریوں کی جھولی بھر کر مسجد میں ڈال رہا ہے آپ نے فرمایا یہ بہترین فرش ہے۔ اس کے بعد حکم صادر فرمایا کہ مسجد کے اندر یا باہر کنکریاں ڈال دی جائیں۔ ابھی یہ کام مکمل نہ ہوا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ اس کی تکمیل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمائی یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں مسجد میں نہ صرف کنکریاں بچھوائیں بلکہ مسجد کو چٹائیوں سے بھی آراستہ فرمایا۔

بدعت حسنہ: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم شریف میں لکھا ہے، "أكثر معروفات هذه الأعصار منكرات في عصر الصحابة رضى الله عنهم إذ من غرر المعروفات في زماننا تزيين المساجد وتنجيدها وإنفاق الأموال العظيمة في دقائق عماراتها وفرش البسط الرفيعة فيها ولقد كان يعد فرش البوارى في المسجد بدعة"

(إحياء علوم الدين، كتاب العلم، وبيان علامات علماء الآخرة والعلماء السوء، جلد ١، صفحه ٨٠، دار المعرفة، بيروت)

یعنی اکثر اسی زمانہ نیکیاں صحابہ کرام کے زمانہ میں برائیاں متصور ہوتی تھیں۔ مثلاً ہم اپنے زمانہ میں مسجد میں فرش وفروش بچھانے کا ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مسجد میں صرف چٹائیاں بچھانا بدعت کہا کرتے وہ مسجد کی مٹی اور سجدہ کے درمیان کی شئے کا حائل ہونا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

مسئلہ: فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی کیلئے مستحب ہے کہ زمین پر سجدہ کرے سجدے اور زمین کے درمیان کوئی شے حائل نہ ہو چٹائی نہ اینٹ نہ دیگر کوئی شئے اس لئے کہ تواضع وانکساری کا تقاضا اسی طرح ہے۔ اس طرح کرنے سے امام مالک رضی اللہ عنہ کے خلاف سے بھی بچاؤ ہوگا کیونکہ انکے نزدیک سجدہ اگر زمین یا زمین کی جنس پر نہ ہوتو نماز مکروہ ہے۔

ا۔ ہم اہلسنّت اس وسعت کو بدعات حسنہ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے ہم اور مخالفین سب عامل ہیں لیکن ان بیوقوفوں سے تعجب ہے کہ کہتے ہیں بدعت خواہ حسنہ ہوتب بھی حرام ہے لیکن وہ اس پر نہ صرف عمل پیرا ہیں بلکہ اسے اجرِ عظیم سمجھتے ہیں اور نہ صرف ایک بلکہ دوتہائی دین میں اسی قاعدہ پر چل رہے ہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "الفقه عن البدعت" میں ہے۔

مسئلہ: اُون کے موٹے گدے اور اسی طرح کے دیگر ہر قسم کے فرش پر بلا کراہت نماز سجدہ جائز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ فرش یا گدّا ایسا سخت ہو کہ اس پر سجدہ کرنے سے ماتھا اور ناک وغیرہ کو اس کی تہہ میں نہ چلے جائیں اس لیے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے بنے ہوئے گدّے پر نماز پڑھی تھی۔

مسئلہ: مسجد کو گچ اور سفید مٹی یعنی چونے وغیرہ سے آراستہ کرنا جائز ہے۔ منقول ہے کہ ولید بن عبدالملک نے شام کے خراج کے سہ (تین) گنا مال جامع مسجد دمشق کی تعمیر پر خرچ کیا تھا۔

اعجوبہ بیت المقدس: مروی ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے مسجد بیت المقدس کی تعمیر اور

اسکی آراستگی پر پوراز ور لگایا یہاں تک کہ مسجد کے قُبّہ کی چوٹی پر کبریت نصب فرمایا اور وہ اس زمانہ میں ایک بیش بہا اور نادر روزگار سمجھا جاتا تھا اور اس کی میلوں تک روشنی نظر آتی تھی یہاں تک کہ بارہ میل تک اور چرخہ کاتنے والی عورتیں اس کی روشنی میں چرخہ کاتتی تھیں بد بخت بُخت نصّر نے بیت المقدس کو ویران و برباد کیا۔ تو نہ صرف کبریت احمر بلکہ مسجد شریف کا تمام سونا چاندی اور تمام جواہر و لعل اپنے شہر بابل لے گیا اس سامان کو ایک لاکھ ستر اُونٹ پر لادا گیا تھا۔

مسئلہ: مسجد میں روشنی کے قندیل لٹکانا اور دیے موم بتی وغیرہ جلانا جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص مسجد میں روشنی کیلئے قندیل لٹکاتا ہے تو اس کیلئے اس وقت تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہیں گے جب تک وہ قندیل نہیں ٹوٹے گا۔

حدیث شریف: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص مسجد میں چراغ جلاتا ہے تو جب تک مسجد میں روشنی رہے گی تو اس کیلئے فرشتے اور حاملین عرش استغفار کرتے رہیں گے۔

فائدہ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد میں ریگزار سات سو سونے کی قندیل چاندی کی زنجیروں سے لٹکانے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

حکایت: مروی ہے کہ مسجد نبوی میں روشنی کیلئے کھجور کی چھال جلائی جاتی تھی جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تو اپنے ساتھ قندیل اور ایک رسی یعنی بٹ اور رتیل ساتھ لائے مسجد کے ہر ستون کے ساتھ قندیل لٹکا دیا جب حضور ﷺ نے مسجد شریف میں بہت زیادہ روشنی دیکھی تو آپ نے تمیم داری کو دعا دی اور فرمایا تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تمہیں روشن کرے اور فرمایا بخدا اگر میری لڑکی ہوتی تو میں اس کا تیرے ساتھ نکاح کر دیتا۔

فائدہ: بعض مؤرخین نے لکھا کہ مسجد میں سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قندیل لٹکایا۔ اسی قول کی تائید مفسرین کے اقوال سے بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے فرمایا کہ "والمستحب من بدع الا فعال تعلیق القناديل فيها"[1] یعنی بعض بدعتِ حسنہ کو اپنانا مستحب ہے۔ ان میں ایک یہ ہے کہ مسجد میں قندیل لٹکایا جائے اور یہ کام سب سے پہلے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے لوگوں کو حکم صادر فرمایا کہ نماز با جماعت ادا کریں اور اس کی امامت ابی بن کعب فرمائیں جب تراویح کی جماعت کا حکم فرمایا تو مساجد میں قنادیل لٹکانے کا حکم بھی صادر فرمایا۔

[1] (تفسير روح البيان، سورة التوبة، آيت ١٨، الجزء٣، الصفحة ٤٠٣، دار إحياء التراث العربي)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعا دی: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجدیں بارونق ہیں حفاظ مساجد میں قرآن مجید سُنا رہے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غائبانہ دُعا دی کہ اے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ جیسے آپ نے ہماری مساجد کو روشن فرمایا۔ (روح البیان)

ازالہ وھم: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ روایت بھی صحیح ہے اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قندیل لٹکانا بھی درست ہے۔ اس کی تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی رسم قندیل کو مزید فروغ بخشا پھر یہ قاعدہ ہے کہ فعل اصل موجد کے بجائے فروغ دینے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

حکایت: کسی کو مامون الرشید نے کہا کہ مسجد میں روشنی کے متعلق معقول وجہ بتائیے جبکہ زائد از ضرورت روشنی جلائی جائے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں حیران تھا کہ مامون کو کیا جواب دوں اسی حیرانی میں مجھے نیند آ گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا مجھے کہتا ہے کہ مامون کو کہہ کہ مسجد کی روشنی گزروں کیلئے موجب اُنس اور اس سے اللہ تعالیٰ کے گھر سے تاریکی کی وحشت کا دفعیہ مطلوب ہوتا ہے اس پر میں جاگ اُٹھا اور مامون کو یہی وجہ لکھ کر بھیجی۔

مسئلہ: لیکن اتنی زائد روشنی بھی نہ ہو کہ جس سے اسراف کا وہم پیدا ہو جیسے شبِ برأت یعنی پندرہ شعبان کو زائد از ضرورت روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اسی رات کا بعض لوگوں نے لیلۃ الوقود (روشنی والی رات) نام رکھ دیا۔

فائدہ: اس کے جواز وعدم جواز اور کراہت اور عدم کراہت کا حکم وہی ہے جو مسجد کے نقش و نگار اور اسکے سنوارنے کا ہے بعض فقہاء نے مکروہ کہا اور بعض نے جائز۔ میں عرصہ پہلے وہابیوں دیوبندیوں کا منہ بند کر چکا ہوں چنانچہ اولاً وہ بدعت کا قاعدہ لکھتے ہیں پھر اسی قاعدہ پر بدعت حسنہ کو سنّت کا لقب دیکر اہلِسنّت (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی تائید فرماتے ہیں جسے وہابی دیوبندی نہ مانیں یہ انکی بدقسمتی ہے ورنہ یہ سینکڑوں سال پہلے کی بات ہے جسے آج ہم بیان کرتے ہیں تو وہابی دیوبندی فتویٰ سے بدعتی اور مشرک کہلواتے ہیں۔

فائدہ: سیّدنا عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو: أن البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمى سنة فبناء القباب على قبور العلماء والأولياء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والثياب على قبورهم أمر جائز إذا كان القصد بذلك التعظيم فى أعين العامة حتى لا يحتقروا صاحب هذا القبر ، وكذا إيقاد القناديل والشمع عند قبور الأولياء والصلحاء من باب التعظيم

والإجلال أيضاً للأولياء فالمقصد فيها مقصد حسن.

ونذر الزيت والشمع للأولياء يوقد عند قبورهم تعظيماً لهم ومحبة فيهم جائز أيضاً لا ينبغي النهي عنه[1]

(تفسير روح البيان،سورة التوبة،الجزء۳،الصفحة ٤ ٠ ۳،دار إحياء التراث العربي)

یعنی بدعت حسنہ جوشرح کے مقصود کے موافق ہواس کا نام سنّت ہے یہی وجہ ہے کہ اولیاء وعلماء کے مزارات پرقبہ جات بنانا اوران کے مزارات پرغلاف ڈالنااوران کے سرہانے پگڑی باندھ کررکھنا اسی طرح ان پراورکپڑے ڈالنا جائز ہے اس لئے کہ ایسے امور کا مقصدصرف یہی ہے کہ عوام کی نظروں میں اولیاء وعلماء کی تعظیم ہوان کے معمولی قبروں کودیکھ کرانہیں حقیر نہ سمجھیں اس طرح انکی مزارات پرروشنی چراغاں کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اولیاء وعلماء کا اعزاز واجلال ہواس نیت سے ان کا امور کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے مزارات کے لئے تیل اورروشنی وغیرہ کی منت ماننا جائز ہے جبکہ اولیاء وعلماء بجالائے جائیں علیہم السلام سے امور کا روکنا نہایت ناموزوں ہے۔

[1] اس موضوع پراعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے ایک رسالہ ''بریق المنار'' لکھا ہے۔فقیر کا رسالہ ''چراغاں کا ثبوت'' بھی پڑھیئے۔

مسئلہ: مسجد میں داخل ہونا اوربیٹھنا اوراس میں ٹھہرنا اورعبادت کرنا اورذکر کرنا اوردرس وتدریس کا شغل رکھنا اسطرح کے دیگرامورخیرتمام جائز ہیں۔

حدیث شریف: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں بہترین عمل بتاؤں جو جہاد سے افضل ہے۔تمام لوگوں نے عرض کی بتایئے آپ نے فرمایا کہ مسجدیں بناؤ تاکہ اس میں قرآن اورفقہ اسلامی اورسنّت نبوی کی تعلیم ہو۔(كذافي الامرا المحمديه)

مسئلہ: مسجد کوایسے امور سے بچایا جائے جوان امور کیلئے نہیں بنائی گئی۔

حدیث شریف: حضورسرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں دنیوی باتیں نیکیوں کوایسے کھاجاتی ہیں جیسے سوکھی لکڑیوں کوآگ یاجیسے گھاس کوجانور کھاجاتے ہیں۔

مسئلہ: مسجد اورمجلس علم میں اورمُردے کے قریب اورقبرستان میں اوراذان اورتلاوت کے وقت دنیوی باتیں کرنے سے تین سال کے اعمال ضبط ہوجاتے ہیں۔

حدیثِ قدسی شریف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین پرمیرے گھرمساجد ہیں اورمیرے زائران کی تعمیر کرنے والے ہیں اس بندے کومبارک ہوجوگھرسے وضوکرکے میرے گھرمیں عبادت کیلئے آتا ہے پھرگھر والے کا حق

ہے کہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے۔

صوفیانہ باتیں: حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمارۃ مسجد سے مراد یہ ہے کہ مواقف عبودیت کو آباد کیا جائے لیکن ان کی آبادی بشریت کے اوطان کو برباد اور ویران کئے بغیر ناممکن ہے اسی لئے صوفیاء کرام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عابد وہ ہے جو اوطان شہوت کو مٹائے اور زاہد وہ ہے جو بشریت کا تصور بھی ختم کردے ہر ایک صنف اپنے مقام پر ہے اسی طرح ان کے ایمان کے مراتب مختلف ہیں کسی کا ایمان برہان سے کسی کا بیان سے کسی کا عیان سے اسی طرح ان کے فضائل کے درجات ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حقیقی معماروں اور سچے زائرین سے بنائے۔ (آمین)

تفصیل تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: جو لوگ دھوکہ دیتے ہیں ہم تو ہی کام کریں گے جو حضور ﷺ کے دور میں تھا انہیں چاہیے کہ وہ اپنی مساجد کو اسی زمانہ کے مطابق بنائیں۔ مسجد نبوی کا حال ملاحظہ ہو: ''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں اُترنے کے بعد رسول ﷺ نے سب سے پہلے جس چیز کی فکر فرمائی وہ یہ تھی کہ ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ آپ کی اونٹنی جس جگہ جا کر ٹھہری تھی ابنِ سعد کی روایت کے مطابق وہاں مسلمان پہلے سے نماز کیلئے جمع ہوا کرتے تھے۔ اَسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ وہاں جماعت کراتے تھے۔ اور جمعہ بھی وہاں ہوتا تھا۔ وہ دو یتیموں سَہل اور سُہیل کی زمین تھی جو حضرت اسعد بن زُرارہ کی سرپرستی میں تھے۔ یہی بخاری میں حضرت عُروہ بن زبیر اور حضرت سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق کی روایت ہے۔ اور بلاذری نے فتوح البُلدان میں اسے قول مشہور کی حیثیت سے نقل کیا ہے۔ (ابنِ اسحاق کی روایت میں حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ بن عفراء کو ان کا سرپرست بیان کیا گیا ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ دونوں حضرات ان کے سرپرست تھے) بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور سیرت ابنِ ہشام میں ابنِ اسحاق کی روایت بھی یہی ہے کہ اس زمین میں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابنِ جریر کی روایت ہے کہ اس میں کچھ کھجور کے درخت تھے کچھ ریز کاشت زمین (اور بعض روایتوں میں ہے کہ کچھ خرابے کی زمین تھی) اور کچھ مشرکین کی پُرانی قبریں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان لڑکوں سے زمین کی قیمت کے متعلق بات کی۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ہم اسے ہبہ کیے دیتے ہیں۔ مگر آپ نے ہبہ قبول نہ فرمایا اور اُسے قیمتاً خریدا۔ موسیٰ عُقبہ کی روایت امام زُہری سے یہ ہے کہ حضور ﷺ اُسے دَس دینار میں خریدا۔ واقدی سے بن سعد کی روایت بھی یہی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ قیمت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔ فتوح البُلدان میں بَلاذُری نے بھی یہی لکھا ہے۔ ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مُعاذ بن عَفْراء نے عرض کیا آپ یہاں مسجد بنالیں، میں ان بچوں کو راضی کرلوں گا۔ (اس میں یہ واضح نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو خود قیمت دے کر راضی کرنا چاہا تھا یا حضور ﷺ سے قیمت قبول کرکے آپ کے ہاتھ فروخت کرنے پر راضی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا)۔

بخاری اور ابو دائود میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بنی نَجّار کو کہلا بھیجا کہ مجھ سے اپنے اس باغ [1] کی قیمت طے کرلو۔ انہوں نے کہا ہم اللہ کے سوا اس کی قیمت کسی سے نہیں چاہتے۔ اس روایت میں تصریح نہیں ہے کہ زمین قیمتاً خریدی گئی یا ہبہ قبول کرلیا گیا۔ لیکن دوسری تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ مسجد نبوی کی زمین بلا قیمت نہیں کی گئی تھی۔

زمین حاصل کرنے کے بعد اس زمین کو صاف کیا گیا۔ خرابے کو ہموار کیا گیا۔ قبریں اُکھاڑ دی گئیں۔ کھجور کے درخت کاٹ کر ان کے تنوں سے مسجد کے ستون بنالئے گئے۔ کھجور کے پتوں کی چھت ڈال لی گئی۔ کچی اینٹوں اور گارے سے دیواریں تعمیر کرلی گئیں۔ اور خالی زمین کا فرش رہنے دیا گیا۔ بعد میں جب بارش سے کیچڑ ہونے لگی تو کچے فرش پر کنکریاں بچھادی گئیں۔ اور جب کھجور کے پتوں کی چھت کے نیچے گرمی ستانے لگی تو اُوپر گارے کی لپائی کردی گئی۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عُروہ بن زبیر اور ابو داود میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ مسجد کی اس تعمیر میں رسول اللہ ﷺ نے خود بھی سب کے ساتھ اینٹیں اور گارا ڈھونے کا کام کیا۔

(ترجمان القرآن اور سیرت از مودودی)

تفصیل کے بعد برادرانِ اسلام: یہ ہے مسجد نبوی کا اصلی چہرہ جسے فقیر نے وہابیوں اور دیوبندیوں کے مسٹر مودودی کے قلم سے پیش کیا۔ لیکن اس جیسی آج خود مسجد نبوی بھی نہیں چہ جائیکہ دوسری مساجد۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی کچی اور کھجور کی لکڑی اور اس کے پتوں سے تیار کی گئی جس کا نہ محراب نہ مینار نہ ہی نقش و نگار وغیرہ وغیرہ تھے۔ لیکن آج کل خود مسجد نبوی کی زیارت نصیب ہو تو دیکھئے کتنا اور کیسے تبدیلی ہوئی ہے اور یہ تمام تبدیلی میں بدعت ہی بدعت ہے۔

بالخصوص مسجد نبوی میں ایک نہیں تین محراب نمایاں ہیں ایسے ہی ہر علاقہ کی وہ مسجد ہی نہیں جس میں محراب نہ ہو وہ مسجد متصور نہیں کی جاتی۔

---

[1] اصل میں لفظ حائط کا استعمال ہوا ہے جو ایسے باغ کیلئے بولا جاتا ہے جس کے گرد چار دیواری ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے وہ زمین پہلے ایک باغ تھی پھر باغ اُجڑ گیا اور وہ مختلف کاموں کیلئے استعمال ہونے لگی جیسا کہ اوپر نقل کردہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

مسجد کا پختہ فرش اور نقش و نگار اور زینت: یہ جملہ اورمسجد کی آبادی میں شامل ہیں فرش کی زینت یعنی فرش بچھانا اور چراغ روشن کرنا (بیضاوی) بعض کا قول ہے کہ مسجد نبوی میں فرش سب سے پہلے جناب سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بچھایا اور اس سے پہلے حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں سنگریزے بچھتے تھے اور آغاز سنگریزے بچھنے کا یوں ہوا کہ ایک رات بارش کے سبب سے زمین سب تر ہوگئی پھر جو شخص آتا تھا اپنے ہمراہ سنگریزے کپڑے میں لاتا تھا اور اپنے نیچے بچھا کر اس پر نماز پڑھتا تھا۔ تا کہ کیچڑ سے بچے پھر حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ یہ کیا عمدہ بچھانا ہے اور حکم دیا کہ تمام مسجد میں سنگریزے بچھائے جائیں ورنہ اب تک فرش پر سنگریزہ بچھایا نہ گیا تھا کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کا انتقال ہوگیا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرش پر سنگریزہ بچھایا۔

فائدہ: احیاء العلوم میں ہے کہ اکثر معروضات (بدعات) زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے منکرات ہیں کیونکہ ہمارے زمانہ کے معروضات کے شمار سے فرش مساجد بھی ہے فروش باریک و نرم یعنی قالین وغیرہ ورنہ اس زمانہ میں فرش بوریا یا مسجد میں بدعت میں شمار ہوتا تھا بوقت سجدہ اپنے اور زمین کے درمیان کسی شئے کا حائل کو بہتر نہ جانتے تھے۔

مسئلہ: فقہاء کا قول ہے کہ مستحب ہے نمازی کو نماز پڑھنا زمین پر بلا حائل ہوا ایسی چیز پر پڑھے کہ سجدہ زمین سے ہو جیسے چٹائی اس لئے کہ یہ اقرب ہے۔ تواضع سے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے اختلاف سے بچنا ہے۔ اس لئے کہ انکے نزدیک غیر جنس زمین پر سجدہ مکروہ ہے۔ (تفسیر روح البیان۔صفحہ ۹۷۹: جلد اوّل)

مسئلہ: فرش چٹائی اور چھوٹے سنگریزوں کا جائز ہے لیکن نماز یعنی سجدہ روئے زمین پر بغیر حائل کے افضل ہے۔ (شرعۃ الا سلام)

محرابِ مسجد: مولوی عبدالجلیل سامرودی غیر مقلدین کا ایک بڑا استون ہے وہ اپنی جماعت غیر مقلدین و دسرے گروہ کے رَد میں لکھتا ہے کہ: ''ہنوز (دورِ حاضرہ) میں مسجدیں یا معبد خانے (غیر مسلموں) کہ مسلمان (محراب) مساجد میں بناتے ہیں اس قسم کی محراب رسولِ خدا ﷺ کے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بنائی گئی ہے اور ہرگز نہیں بیت اللہ شریف عمارت موجود ہے کیا اس میں بھی محراب ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بس محراب رواجی ہے شرعی نہیں گویا ایک زمانہ سے بنتی چلی آرہی ہے مگر خلفاء راشدین کے زمانوں کے بعد سے پہلے سے نہ یہ محراب تھی نہ یہ دیواری اور نہ یہ دوسری شکل کی تھی بس لفظ محراب ہی مسجد کیلئے معیوب ہے۔ بالا خانہ، غرفہ وغیرہ کا بنانا یہود و نصاریٰ کا فعل ہے اور یہ دیواری محراب ہنود کی ایجاد ہے ورنہ بتایا جائے کہ یہ دیواری محراب مسجد کی قبلہ رخ دیوار میں ایک حاملہ کے پیٹ کی طرح

اُٹھی ہوئی جگہ سے دور نظر آتی ہے یہ کون سے پیغمبر کی سنّت ہے نہ یہ اس آخر الزمان نبی اور نہ ہی ان کے خلفاء کے زمانہ کی پیداوار ہے۔

علامہ سیوطی نے نہایت ہی موزوں بات لکھی ہے اور علامہ مناوی جیسوں نے تعاقب بے سوچے ہی کر دیا اور جواز پر قلم چلا دیا وہ واقعی طور ہر کسی صحیح روایت یا کسی مورخ مدینہ سے لکھتے کہ یہ دیواری محراب خیر القرون میں برابر تھی تو بے شک یہ بات قابل قبول تھی مگر لاتے کہاں سے علامہ ابن الہام نے "مـن لّـدن" تو لکھ دیا مگر دلیل پیش کرنے سے عاجز رہے مورخین مدینہ ومحدثین برابر عدم وجود محراب پر متفق ہیں غور فرمایئے بیہقی والی روایت میں امام بزاز کو وضاحت کی کیوں ضرورت واقع ہوئی اسی وجہ سے نہ کہ اس سے ردموضع المحر اب ہے۔امام ابن جریر نے محراب کا معنی مصلیٰ جائے نماز بیان کیا ہے کیونکہ یہ ہر وقت ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے جب محراب آپ کے زمانہ اقدس میں نہ تھا تو حضرت وائل صحابی رضی اللہ عنہ کا قول "دَخَلَ فِی الْمِحْرابِ" موجودہ محراب پر کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں آپ اپنے جائے نماز کی معتاد جگہ میں کھڑے ہو گئے بالکل صحیح ہے۔مگر اس کو عہد رسالت میں محراب مسجد معہود وموجود مراد لینا یہ کوتاہ نظری کا کرشمہ ہے بس میں اپنے اہلِ تحقیق یا اپنے اہلِ علم سے ملتمس ہوں کہ میرے اس مضمون پر تلونی اور خفگی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیقی نظر انصافی نگاہ سے ملاحظہ فرما کر حق کی داد دیں، ممکن ہے میری تحقیق میں خامی ہو تو اولین فرصت میں اس سے مراجعت کرلوں خداوند تعالیٰ حق کے اتباع کی توفیق دے۔آمین۔

تصدیق: غیر مقلدین کا دوسرا محقق لکھتا ہے:''میرے نزدیک بھی محقق یہی ہے کہ عہد مبارک نبوی وخلافت راشدہ میں مسجد نبوی کے اندر محراب مروجہ قبلہ کی دیوار میں امام کے کھڑے ہونے کیلئے وسیع گہرا(طاقچہ)موجود نہیں تھی۔

بعض روایتوں میں محاریب الکتاب و یہود ونصاریٰ کی ممانعت اور نہی وارد ہے لیکن محاریب مروجہ فی المساجد المسلمین عیسا ئیوں اور یہودیوں کے گرجوں محرابوں کی طرح نہیں ہیں، **کما لا یخفی لھذا"نھی عن ھذا بیح النصاری"** اور "اِتَّقُوْا هَذِهِ الْمَذَابِحَ "يَعْنِى الْمَحَارِيْبَ ."[1] کے ماتحت یہ محاریب مروجہ نہیں آتیں اور چونکہ محراب مروجہ زمانہ نبوی وخلافت راشدہ میں نہیں تھی اس لئے میرے نزدیک مسجدوں میں امام کو کھڑے ہونے کے لئے محراب مروجہ بنانے سے اولیٰ اور بہتر ہے۔اور اگر اس کو سنّت یا مستحب سمجھے، اس نیّت سے بنایا جائے کہ امام کے پیچھے مزید ایک پوری متصل (غیر منقطع) صف کی گنجائش نکل آئے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔**ھٰذا ما عندی اللہ اعلم**۔(عبیداللہ رحمانی مبارکپوری)

[1] (سنن البیهقی الکبری، جلد۲، صفحه۴۳۹، حدیث۴۱۰۲، مکتبة دار الباز، مكة المكرمة)

نوٹ: یہ مضمون فقیر نے غیر مقلدین کے ماہنامہ''صحیفہ اہلحدیث''کراچی کے شمارہ۶ شعبان۱۳۸۲ھ سے لیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہر مسجد کسی مسلک کی ہے، مسجد کی غربی دیوار کے دیوار میں ایک نمایاں طاقچہ بنایا جاتا ہے بدعت

خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد بنواُمیہ کے دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کی بنیاد رکھی وہ بھی ایک اسلامی ضرورت کے لئے ۔ وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی فتوحات پر ہر جگہ مسجدیں بننے لگیں لیکن مسجد وغیر مسجد کے فرق نہ ہونے پر نمازیوں کے لئے مشکل ہوجاتا ۔ آپ نے ایک نشان (بدعت) تیار کی تاکہ مسجد وغیر مسجد کے درمیان فرق ہو۔ اب فقیر کی اپیل ہے کہ جو لوگ ہر نیک کام بالخصوص اہلِسُنّت کے معمولات پر بدعت کے فتوے صادر کرتے ہیں وہ یا تو اپنی مساجد کی محرابیں توڑ دیں یا اس عادت بَد سے باز آجائیں ۔ اسی مسئلہ کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "تحفہ الاریب فی بدعت المحاریب" میں اور ان کے فیض سے فقیر نے رسالہ "مسجد کی محراب بدعت ہے" تفصیل لکھی ہے ۔ یہی حال مساجد کے میناروں کا ہے ۔ تفصیل حاضر ہے ۔

بدعت محراب و مینار مسجد: بنواُمیّہ کے دور تک محراب و مینار کا رواج نہیں تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے علمائے مدینہ کو بلا کر تجویز پیش کی کہ میں چاہتا ہوں کہ قبلہ رُخ ایک محراب بناؤں جس میں امام کھڑا ہو کر نماز پڑھائے اس کے علاوہ چاروں کونوں پر چار عظیم الشان مینار بنوانا چاہتا ہوں تاکہ دور سے معلوم ہو کہ یہ مسجد ہے اور دیگر مقابلہ میں مسجد کی انفرادیت قائم ہوجائے ۔ تمام علمائے مدینہ نے اس تجویز کو سراہا چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں بڑی بڑی خوبصورت محرابیں بنوائیں اور چاروں کونوں پر چار مینار تعمیر کرائے جن کی لمبائی تخمیناً اٹھاسی فُٹ تھی ۔ اور اس جدید تعمیر پر مسجد نبوی کا طول وعرض تین تین سو فُٹ ہوگیا اور تین سال میں یہ تعمیر مکمل ہوئی ۔

نوٹ: اہلِ اسلام ایسی بدعات پر خوش ہیں لیکن مخالفین کا کیا حال ہے؟ واللہ اعلم

تُرک سلاطین کی بدعات: پاسِ ادب کی وجہ سے تُرک سلاطین کو مسجد نبوی کی نئی تعمیر کی ہمت نہ پڑی ۔ ان کے نزدیک اس مسجد کی تعمیر، کائناتی اور انسانی حدود سے ماوراء طاقتوں کے بس کا عمل تھا، وہ محض انسان تھے، مگر جذبہ صادق نے ان کو حوصلہ دیا، اور انہوں نے یہ عظیم کام کرنے کا ارادہ کرلیا ۔ ترکی حکومت نے اپنی وسعت سلطنت، اور پورے عالمِ اسلام میں اپنے ارادے کا اعلان کیا کہ اس مقدس تعمیر کیلئے عمارت سازی کے علوم وفنون کے ماہرین درکار ہیں یہ سُننا تھا کہ ہندوستان، افغانستان، چین، وسطی ایشیا، ایران، عراق، شام، مصر، یونان، شمالی اور وسطی افریقہ کے اسلامی خطوں سے ۔۔۔۔ نقشہ نویس، معمار، سنگ تراش، نقاش، خطاط، پچی کار، ماہرین طبقات الارض چھتوں اور سائبانوں کو ہوا میں معلق کرنے والے رنگ ساز، اور رنگ شناس، ماہرین فلکیات، ہواؤں اور عمارتوں کی دھار بٹھانے والے، نہ جانے کیسے کیسے عیاں اور نہاں علوم وفنون کے ماہرین، استاذانِ فن اور پیشہ وَر ہنرمندوں نے دنیائے اسلام

کے گوشے گوشے سے اپنے اہلِ وعیال کو سمیٹا، اور اس نورانی کام کی خاطر قسطنطنیہ کی جانب چل پڑے۔

اسلامی ممالک کے تمام اہل کاروں اور سفیروں کو سرکاری طور پر یہ ہدایت تھیں کہ وہ ان قابل قدر ماہرین کیلئے راستے میں ہر قسم کی سہولتیں فراہم کریں اور دورانِ سفر کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیں۔

حکومت نے قسطنطنیہ سے چند میل کے فاصلے پر ایک کشادہ اور حسین بستی بسائی اور جب یکتائے روزگار، اہلِ فن کے قافلے پہنچنا شروع ہوئے تو انہیں شاہی انتظامات کے تحت الگ الگ بستیوں اور محلوں میں آباد کیا گیا، ان کی ہمہ پہلو کفالت کیلئے خود حکومت نے ذمہ داری اُٹھائی۔

اس علم میں پندرہ برس گزر گئے۔ جب اپنے وقتوں کے عظیم ترین فنکار جمع ہو چکے تو سلطان خود اس نئی بستی میں گئے۔ اور خاندانی سربراہوں کا اجلاس طلب کر کے منصوبے کے دوسرے مرحلے کا اعلان کیا، وہ یہ تھا کہ:

''ہر صاحب فن اپنے ہونہار فرزند یا قابل ترین شاگرد کا خود انتخاب کرے اور اس کے جواں ہونے تک اپنا مکمل فن اس کو سکھا دے''۔

حکومت نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ اس تربیتی عرصے میں ہر بچے کو قرآن پاک کا حافظ بنائے گی اور شہسواری سکھائے گی۔ اس تمام و تربیت کیلئے پچیس سال کا عرصہ مقرر کیا گیا۔

اس منصوبے پر محنت و محبت اور صبر و حیرت کے ساتھ عمل شروع ہوا پچیس (۲۵) سال گزر گئے اور ان انوکھے ہنرمندوں کی ایک نئی اور اعلیٰ صلاحیتوں والی ایک جماعت تیار ہوگئی جس کے افراد علوم و فنون میں مہارت نامہ رکھنے اور فن میں اتھارٹی ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن بھی تھے۔ انہیں بچپن ہی سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ انہیں اپنے پیارے رسول کریم ﷺ کی عرش نشان مسجد کی تعمیر کیلئے، ان نادر خطوط پر تیار کیا جا رہا ہے۔ اور ایسی پاکیزہ تربیت دی جا رہی ہے۔

ایک طرف یہ جماعت تیار ہو رہی تھی دوسری طرف حکومت کے اہل کار عمارت کے واسطے ساز و سامان اکٹھا کر رہے تھے، چنانچہ شعبہ کان کنی کے ماہرین نے خالص اور عمدہ پتھروں کی بالکل نئی کانیں دریافت کیں، جن سے اس مقصد کی خاطر پتھر حاصل کرنے کے بعد ان کو بند کر دیا گیا، ان کانوں کے جائے وقوع کو بھی صیغہ راز میں رکھا گیا تاکہ مسجد نبوی میں استعمال ہونے والے پتھروں کی جگہ سے کوئی شخص دیگر مقاصد کیلئے پتھر حاصل نہ کر سکے۔ بالکل نئے اور اَن چھوئے جنگل دریافت کئے گئے اور انہیں کاٹ کر ان کی لکڑی کو بیس برس تک حجاز کی آب و ہوا میں موسمایا گیا، رنگ سازوں نے عالمِ اسلام میں اُگنے والے درختوں اور پودوں سے طرح طرح کے رنگ حاصل کئے شیشہ گروں نے شیشہ سازی کیلئے ریگِ حجاز کو استعمال کیا۔ خطاطی کیلئے دریائے نیل کے کنارے قلم اگائے گئے اور یہ سارا سامان مدینہ طیبہ سے بارہ میل دُور، اس نئی بستی میں پہنچایا گیا، جہاں اہل ہنر کی رہائش گاہیں اور ورکشاپیں بنائی گئی تھیں۔

بارہ میل دُور بستی بسانے کے سلسلے میں بھی ترکوں کے حسنِ ادب اور ذوقِ ایمان کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ اس

میں حکمت یہ کارفرما تھی کہ تعمیری منصوبے کی ٹھوک ٹھاک اور شور و ہنگامے سے یہ نورانی فضا بالکل محفوظ رہے اور یہاں کے تقدس وسکون میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔

ے ادب گا ہیست زیرِ آسماں از عرش نازك تر
نفس گم کرده مے آید،جنیدبا یزید ایں جا

یعنی آسمان کے نیچے عرش سے نازک تر ادب کی بارگاہ ہے، یہاں جنید و بایزید بھی سانس بند کر کے حاضر ہوتے ہیں۔

جب سارا سامان اپنی خام شکل میں، اس بستی کے اندر پہنچ گیا تو پانچ سو کے لگ بھگ تیار کردہ ہنرمندوں نے بھی اس بستی میں سکونت اختیار کر لی، پھر ایک ساعت سعید میں مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اہلِ ہنر کو ہدایت تھی کہ وہ تعمیر کے دوران باوضو اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہیں۔ کسی قسم کی دنیاوی گفتگو نہ کریں۔ اس طرح صبر و محبت کے ساتھ اس حیرت انگیز اور انوکھی تعمیر کا سلسلہ پندرہ برس تک جاری رہا۔ آخر وہ روز سعدی آیا جب اس کی تعمیر اختتام کو پہنچی اور اس کے فلک بوس پُرنُور میناروں سے اذان کے ساتھ اس کی تکمیل کا اعلان کیا گیا، آج بھی کوئی زائر، جب ریاض الجنہ میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیٹھتا ہے، تو اسے آفاقی عمارت اور اس پر برستے نور سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت ایک لافانی طاقت ہے جو جذبوں کو روپ بخشتی ہے۔ ایسا انمول روپ جس میں رنگِ ثبات دوام ہوتا ہے اسے وہ صفا پیشہ ہنرمند یاد آتے ہی جنہیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، پایاں ناپذیر محبت تھی، جس کا اظہار انہوں نے اپنے بے مثال ہنر کے نقشِ دوام کی صورت میں کیا، اور دل دردمند کا عقیدت و نیاز سے لبریز یہ حسین نذرانہ پیش کر کے امر ہو گئے۔

ان مخلص ہنرمندوں اور عشق پیشہ ترکوں کیلئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔

بدعات سعودیان و نجد یان: مسجد نبوی شریف کی بدعات لاکھوں سے بڑھ کر ہیں لیکن نجدیوں وہابیوں نے تعمیر مسجد نبوی اور مسجد حرام و دیگر مساجد کی بدعات میں تمام اہل دنیا کی بدعتیوں سے بازی لے گئے۔ یہاں صرف مسجد نبوی شریف کے متعلق صرف چند اجمالی امور عرض کردوں تاکہ حق شناسوں کو حق شناسی کا موقعہ مل سکے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کا مختصر حال یہ ہے کہ شفاف ومنقش ستون ہائے عالیشان پر بنائی گئی تانبے کی جالیاں ان میں نصب رنگین شیشے اور جب ان پر آویزاں قندیلیں روشن ہوتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے رنگ و نور کا سیلاب آگیا ہے۔ عربی طرف کی کھڑکیاں قیمتی دروازے اور ان پر حیرت انگیز ڈائیس یا قوسیں قدیم و جدید آرٹ کے اعتبار سے فن کا بے مثال نمونہ ہے۔ ستون ہائے مبارک مسجد شریف میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے صحن چمن میں سرخ و سفید پھول کھلے ہوئے ہوں اور وہ تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے ہوں۔ مسجد شریف کا لمبا چوڑا کچھ مسقف اور غیر مسقف صحن آسمان کی وسعتوں کو اپنے زرد دامن میں لئے ہوئے ہے۔ مزید نظارہ مسجد نبوی شریف کی زیارت کے بعد معلوم کیا جا سکتا ہے۔

فیصلہ: وہ بدعات جو کسی مسجد شریف پر خرچ کیا جائے اجر جزیل ہے۔حالانکہ جب بدعت خود حرام ہے تو اس پر خرچ کرنا کیسا وہ تو گناہ ہونا چاہیے لیکن نہیں پھر وہاں قاعدہ جو اہلِسُنّت کہتے ہیں کہ وہ فعل جو قرآن وسنّت کے خلاف نہ ہو اور دین واسلام کا فائدہ ہو تو وہ مستحسن ومستحب ہے۔اس کا مشہور نام بدعت حسنہ ہے اور وہ امر جو قرآن وسنّت کے خلاف ہو تو بدعت سیّئہ ہے۔اس کی تفصیل کیلئے فقیر کا رسالہ " تحقيق البدعة " پڑھیے۔اس قاعدہ کے بعد بدعات مسجد کی تحقیق ملاحظہ ہو وہ ظاہر ہے کہ مسجد کی جتنی زیبائش وآرائش خوب ہوگی اتنی ہی اسلام کی شان وشوکت قلوب پر اثر انداز ہوگی اور عبادت گزار لوگوں کی کشش کا سبب بنے گی۔اور انکا عبادت میں جی لگے گا اگر مسجد سیدھی سادھی بمطابق ابتدائی کیفیت مسجد نبوی (جس کا ذکر اسی رسالہ میں عرض کیا ہے) ہوگی تو نمازیوں کو بُلانے پر بھی مسجد کی آبادی کی اُمید کم ہے اور جس مسجد میں ہر طرح کی سہولت اور اس کی تعمیر پرکشش ہوگی تو نمازی بن بُلائے کھچے چلے آئیں گے۔فقیر نے ایک ضدی صاحب کو دیکھا کہ اپنی مسجد کو معمولی سی لکڑیوں اور کھجور کے پتوں سے چھت سجا کر محلّہ میں جاجا کر منّتیں کرتا تب بھی اکّا دُکا کوئی آجاتا یا وہ خود ہی اس مسجد میں دِل بہلاتا اور جہاں مساجد میں بدعات کی بھرمار ہے وہ محلّہ سے دور کیوں نہ ہو بن بلائے مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ ایسی بدعات سے چونکہ اسلام کا فائدہ ہے اس لیے ایسی بدعات سیئہ نہیں بلکہ بدعات مستحسنہ کہا جائے گا۔

خانقاہیں اور درباریں: انبیاء کرام اور اولیاء کرام علٰی نبینا وعلیہم السلام کے مزارات پر قبہ جات اور آرائش وزیبائش کی ایک غرض یہی ہے کہ چونکہ ان حضرات کے فیوض و برکات تا قیامت جاری وساری ہیں ان کے مزارات پر جانے سے دعائیں مستجاب ہوتی ہیں ویسے بھی عام قبور کی زیارت کا حکم بھی ہے۔حدیث شریف میں ہے "نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْھَا"[1] یعنی میں نے تمہیں قبور پر جانے سے روکا تھا اب اجازت دیتا ہوں کہ انکی زیارت کو جاؤ۔ جن قلوب میں انبیاء کرام اولیاء عظام کی عظمت ہے اور ایمان واسلام کا تقاضا بھی ہے تو وہ مزارات کی حاضری دیکر اجرِ عظیم پاکر اپنی مرادیں پاتے ہیں ہزاروں مشکلات حل کراتے ہیں۔

[1] (المستدرك على الصحيحين، كتاب الجنائز،قد كنت قد نهيتكم ، عن زيارة القبور ألا فزوروها، الجزء١ ،الصفحة ٥٣٢ ،الحديث ١٣٩٣ ،دار الكتب العلمية،بيروت)

دعوت غور و فکر: اب مساجد کی طرح مزارات کا حال دیکھئے کہ جو مزارات پرکشش اور تعمیری لحاظ سے جاذب ہیں اور زائرین کی زیارت کی سہولتیں ہیں وہاں مزار پر عید جیسا سماں ہوتا ہے۔خواہ انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہوں یا اولیائے کرام کے۔فقیر کو کئی بار عراق وشام کے مزارات کی زیارت کا شرف نصیب ہوا تو پھر مدینہ یاد آگیا کہ انبیاء کرام کے مزارات پر وہ چہل پہل نہ دیکھی جو گنبد خضریٰ کے مکیں صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار میں ہے۔جنت البقیع و جنت المعلیٰ کے مزارات کو نجدیوں نے اجاڑا (خدا انہیں اُجاڑے۔وہاں آپ کو زائرین کو دیکھنے کے لئے ترستے رہیں گے) فقیر سیّدنا شبلی رضی اللہ عنہ

کے مزار پر حاضری دی ایک قبرستان میں آپ کے مزار کا قبہ نظر آیا وہاں چند ہمارے جیسے دیوانے زیارت سے مشرف ہورہے تھے فقیر نے حضور شبلی قدس سرہٗ،کوعرض کی کہ کاش آپ پاکستان میں ہوتے آپ اپنے پڑپوتے سیّدنا داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کودیکھ رہے ہیں کہ ان کے مزار سے پاکستانی مسلمانوں کوکتنا پیار ہے یہ مزارات پر قبہ جات بنانے اوران کی تزئین وآرائش کوحرام کہتے ہیں۔

موازنہ مساجد ومزاراتِ انبیاء علیہم السلام و اولیاء اکرام: اس عنوان سے مضمون کا موازنہ اگرچہ ناموزوں ہے لیکن مخالفین گندمزاج ہیں اُن کے سمجھانے کیلئے اسی عنوان سے عرض ہے کہ ہماری مساجدتوکس شمار میں جب حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظّمہ دیکھ کر فرمایا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ وَيَقُولُ مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ، مَالِهِ، وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا

(سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب حرمة دم المومن وماله، جلد٢،صفحه١٢٩٧،حديث٣٩٣٢)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کودیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کا طواف فرمارہے تھے اور فرمارہے تھے توکیا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے توکتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے مومن کی حرمت اس کے مال وجان کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے عظیم تر ہے اور مومن کے ساتھ بدگمانی بھی اسی طرح حرام ہے ہمیں حکم ہے کہ مومن کے ساتھ اچھا گمان کریں۔

اس کی وجہ صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے کہ ''جیسے اللہ تعالیٰ اورلوگوں کی نظر میں بعض مکانات کی شرافت اور بزرگی ہے اسی طرح بعض اہلِ کمالات وکرامات بھی درجہ وار فضیلت رکھتے ہیں بلکہ مکانات کی فضیلت سے ان کی عظمت وشرافت فزوں تر ہوتی ہے:

مسجدی کو اندرون اولیا است ... سجده گاه جمله است آنجا خدا است

آن مجاز است این حقیقت ای خران ... نیست مسجد جز درون سروران

(تفسير روح البيان،سورة الاعراف،الجزء٣،الصفحة٢٨٩،دار إحياء التراث العربى)

یعنی اولیاء کرام کے قلوب حقیقی کعبہ ہیں اس لیے یہی اللہ تعالیٰ کے خالص انوار وتجلیات کا مرکز ہیں۔اور حقیقی مسجد یہی ہیں اوردوسری مساجد مجازی ہیں۔

آپ کے اِس قول حدیث قدسی سے ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "لَا یَسَعُنِی أَرْضِی ، وَلَا سَمَائِی ، وَلٰکِنْ یَسَعُنِی قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ ، وَلِذَا قِیْلَ :قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ . " [1] یعنی مجھ میں عرش کوگنجائش ہے نہ کرسی کو نہ لوح وقلم کو ہاں میرے لئے گنجائش ہے کہ مومن کے قلب میں کہ وہ عرش الٰہی ہے۔ یہی وجہ کعبہ کا کمرہ اولیاء اللہ ہیں۔اس کے گرد طواف کرنے تشریف پہنچا ہے۔اس کی تحقیق رسالہ "التحقیق الحلی فی ان تذھب الی زیارۃ الولی" میں پڑھئے۔

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ،باب ما یوجب الوضوء، الجزء۱، الصفحۃ ۶۰،دارالفکر)

آخری گذارش: جن لوگوں کوانبیاء کرام علیٰ نبینا علیہم السلام سے محبت وعقیدت نہیں بلکہ بعض تو عداوت کے مرض میں مبتلا ہیں تو ان کی نظروں میں ایسے امور بجائے عزت کے توہین اور گستاخی ٹپکتی ہے۔اسی لئے وہ مزارات کی زیارات نہ صرف گوارہ کرتے ہیں بلکہ حتیٰ الامکان ان کی توہین و بے عزتی کی باتیں کرتے ہیں۔

فقیر نے بدعات المساجد سے سمجھادیا کہ یہ اُمور اسلامی نقطہِ نگاہ سے مستحسن ہیں تاکہ اسلام کا بول بالا ہو تو اسی طرح انبیاء کرام واولیاء کرام بطریق اولیٰ وافضل ہیں۔یہی وجہ ہے کہ مساجد کی طرح انبیاء کرام واولیاء عظام (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کی رونق روز بروز افزوں ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت یہ بہار قائم رہے گی۔

؎ کیونکہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔ (یعنی یہ چراغ ہرگز نہ بجھ سکیں گے۔)

فقط والسلام

الفقیر القادری مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

۲۳صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

☆......☆......☆